مقالات

عہد صحابہؓ کا نظام تعلیم و تعلّم

از مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برکۃ الاسلام، عصابۃ الایمان، عسکر القرآن، جند الرحمٰن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہ و تقویٰ (فتویٰ) اور علوم دینیہ کے حامل و ناشر تھے، جن کے بارے میں صحابہ اور تابعین کا بیان ہے:

كان أصحاب محمد صلى الله	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
عليه وسلم أبر هذه الأمة	اس امت میں سب سے زیادہ پاکیزہ
قلوباً، وأعمقها علماً، وأقلها	دل، علم میں سب سے زیادہ گہرے،
تكلفاً، وأحسنها خلقاً، وأصدقها	تکلف میں سب سے کم، اخلاق میں سب
إيماناً، أولئك قوم اختارهم	سے بہتر، ایمان میں سب سے سچے تھے،
الله لصحبة نبيه وتبليغ	ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت
دينه۔	اور اپنے دین کی تبلیغ کیلئے منتخب کیا تھا،

درسگاہ نبوت کے ان فضلاء و فارغین میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم عہد رسالت میں فقہ و فتویٰ کی خدمت انجام دیتے تھے، دیگر صحابہ بھی کتاب و سنت اور فقہ و فتویٰ میں بلند مقام رکھتے تھے اور عہد صحابہ میں انھوں نے دینی علوم کی تعلیم، احادیث کی روایت اور تفقہ فی الدین میں حصہ لیا، جن میں یہ حضرات مشہور

ہیں اور دینی علوم میں مرجع مانے جاتے ہیں، علیؓ بن ابو طالب، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابیؓ بن کعب، عبداللہؓ بن مسعود، ابو موسیٰؓ اشعری، معاذؓ بن جبل، عبداللہؓ بن سلام، ابوذرؓ غفاری، زیدؓ بن ثابت، ابوہریرہؓ، عبداللہؓ بن عباس، عبداللہؓ بن عمر، عبداللہؓ بن عمرو بن عاص، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم، ان کے علاوہ ام المومنین ام سلمہ، انسؓ بن مالک، ابو سعیدؓ خدری، عبداللہؓ بن زبیر، سعدؓ بن ابی وقاص، سلمانؓ فارسی، جابرؓ بن عبداللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم حدیث و فقہ اور دینی علوم کے حامل و ناشر تھے۔

ویسے حضرات صحابہ میں ہر فرد اپنی ذات سے مینارۂ رشد و ہدایت تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور جو حضرات جس علم میں نمایاں تھے آپؐ نے امت کو ان سے آگاہ کر کے ان سے تحصیل علم کی تاکید فرمائی، آپؐ نے فرمایا میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرو، قرآن کی تعلیم ان چار سے حاصل کرو، عبداللہؓ بن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب، جس کو قرآن تازہ بتازہ حاصل کرنا ہو ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) کی قرأت کے مطابق پڑھے، معاذ بن جبل میری امت میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ میری امت میں فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں، عبداللہ بن عباس قرآن کے بہترین ترجمان ہیں، ابو موسیٰ اشعری کو آل داؤد کی شہنائی دی گئی ہے، علی قضا کے سب سے بڑے عالم ہیں، ابو درداء عبادت میں سب سے آگے ہیں، ابی بن کعب قراءت میں سب سے آگے ہیں، زمین کے اوپر آسمان کے نیچے ابوذر سب سے زیادہ صادق اللہجہ ہیں، عبیدہ بن جراح اس امت کے امین ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ دینی امور و معاملات میں انصار اور مہاجرین کے اہل علم کو جمع

کر کے مشورہ لیا کرتے تھے، ان میں عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت دینی علوم اور فقہ و فتویٰ میں مرجع تھے، حضرت عمر اصحاب شوریٰ کے علاوہ انصار میں سے معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت سے دینی و انتظامی امور میں مشورہ لیتے تھے، اسی کے ساتھ عبداللہ بن عباس اور دوسرے نوعمر صحابہ کو اپنی مجلس میں بلاتے تھے اور فتویٰ کی خدمت عثمان بن عفان، ابی بن کعب اور زید بن ثابت انجام دیتے تھے، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہی حضرات اس منصب پر فائز رہے، معاذ بن جبل سے ان کی وفات کے وقت پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے علم حاصل کریں تو بتایا کہ ابو درداءؓ سلمان فارسیؓ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن سلام سے، حضرت عمرؓ نے مقام جابیہ میں خطبہ دیا اور کہا کہ جس کو فرائض حاصل کرنا ہو زید بن ثابت کے پاس جائے، جس کو فقہ حاصل کرنا ہو معاذ بن جبل کے پاس جائے اور جس کو مال حاصل کرنا ہو میرے پاس آئے۔

مسور بن مخرمہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا علم ان چھ حضرات پر منتہی ہوتا ہے، عمر، عثمان، علی، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ عمر علم کے دس حصوں میں سے نو حصہ اپنے ساتھ لیتے گئے اگر عمر کا علم ایک پلہ پر اور دوسرے لوگوں کا علم دوسرے پلہ پر رکھا جائے تو عمر کے علم کا پلہ جھک جائے گا۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم اصحاب محمدؐ کو جب کسی حدیث کے بارے میں مشکل پیش آئی اور ہم نے حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان کے پاس علم پایا، نیز ان کا قول ہے کہ میں عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں بیٹھتا تھا، میرے نزدیک

ان کی ایک مجلس میں بیٹھنا ایک سال کے عمل سے زیادہ قابل اطمینان ہے، صحابہؓ کے یہ چند آراء واقوال علمائے صحابہ کے بارے میں ہیں، اب ان کے تلامذہ تابعین کے چند بیانات اپنے اساتذہ کے بارے میں ملاحظہ ہوں :

مشہور تابعی مسروق بن اجدعؒ کا بیان ہے کہ حضرات صحابہ میں عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابت، ابی بن کعب، ابوموسیٰ اشعری اصحاب فتویٰ تھے، ان ہی کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک صحابی کو اچھی طرح جانچا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان سب کا علم چھ حضرات عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابو درداءؓ، زید بن ثابت پر منتہی ہوتا ہے اور ان چھ حضرات کو جانچا تو معلوم ہوا کہ ان سب کا علم دو حضرات علی اور عبداللہ بن مسعود پر منتہی ہوتا ہے۔

امام شعبی کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے چھ اہل علم تھے، عمر، ابن مسعود، زید بن ثابت، علی، ابی بن کعب، ابوموسیٰ اشعری اور اس امت کے قاضی چار تھے۔ عمر، علی، زید، ابوموسیٰ اشعری۔ مجاہد بن جبیر کہتے ہیں علماء تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، محمد بن سیرین کا قول ہے کہ اہل علم کی رائے میں صحابہ میں مناسکِ حج کے سب سے بڑے عالم عثمان بن عفان اور ان کے بعد عبداللہ بن عمر تھے، میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے بڑا فقیہ اور ابن عباس سے بڑا عالم نہیں دیکھا ہے۔

ان علمائے صحابہ کے فقہی اقوال وآراء اور فتادے ضخیم اور متوسط جلدوں میں جمع کیے جاسکتے ہیں، چونکہ عہد صحابہ میں باقاعدہ تدوین وتالیف کا رواج نہیں تھا بلکہ بعض صحابہ اور ان کے تلامذہ یادداشت کے طور پر صحیفے اور نسخے لکھ لیتے تھے

اس لیے ان کی روایات اور فتادے اسوقت مدون نہیں ہوسکے اور بعد میں اس کی باری آئی، چنانچہ خلیفہ مامون کے پڑپوتے ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب نے ابن عباس کے فتادے بیس[۲] جلدوں میں جمع کیے تھے، ان کے شاگرد مجاہد اور مولی عکرمہ نے ان سے سنکر نزول قرآن اور تفسیر قرآن پر کتاب لکھی تھی اسی طرح علی بن ابوطلحہ ہاشمی نے ابن عباس کی تفسیری روایات کو جمع کیا تھا، عبداللہ بن عمرو بن عاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے احادیث کا ایک مجموعہ الصادقہ کے نام سے جمع کیا تھا، جس کی روایت ان سے کی گئی، ابوہریرہ، ابن عباس، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک وغیرہ کے تلامذہ نے انکی روایات کو صحیفوں اور نسخوں کی شکل میں جمع کیا تھا (کتاب العلل الحدیث ومعرفۃ الرجال، طبقات ابن سعد، جامع بیان العلم، اعلام الموقعین وغیرہ)

علم سے مراد کتاب وسنت اور فقہ ہے

عہد رسالت اور عہد صحابہ میں کتاب وسنت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم تین[۳] ہیں انکے علاوہ زائد ہیں، آیۃ محکمہ، سنت قائمہ، فرائض عادلہ، عبداللہ بن عمر کا قول ہے کہ علم تین[۳] ہیں، کتاب ناطق، سنت ماضیہ اور لاادری، عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ علم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ہے، اس کے بعد جو شخص اپنی رائے سے کوئی بات بیان کرے تو میں نہیں جانتا کہ اس کو اپنی حسنات میں پائے گا یا سیآت میں پائے گا، عبداللہ بن مسعود نے کہا ہے کہ کثرتِ حدیث علم نہیں ہے علم تو خشیت خدا ہے[۱]

دوسرے علوم اور زبانیں

حضرات صحابہ علم یعنی کتاب وسنت اور فقہ کے ترجمان ومعلم تھے، اسی کے ساتھ دوسرے علوم والسنہ کے عالم بھی تھے، مثلاً علم الانساب میں ابوبکر صدیقؓ،

---

[۱] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۳ تا ص ۲۶ ملخص۔

ابوالجہم بن حذیفہ، جبیر بن مطعم سب سے بڑے عالم تھے اور جمیع انساب عرب میں رسوخ رکھتے تھے، ان کے علاوہ عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عقیل بن ابوطالب بھی علم الانساب میں نمایاں مقام رکھتے تھے[1] حضرت ابوبکر تعبیر رویا میں سب سے آگے تھے، زید بن ثابت سریانی زبان کے عالم تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سترہ[2] دن میں اس زبان میں مہارت حاصل کر لی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، عبداللہ بن عمرو بن عاص بھی سریانی اور عبرانی زبان کے عالم تھے اور تورات پڑھتے تھے، ابوہریرہ نے تورات کو پڑھا نہیں تھا مگر اس کے مضامین سے اچھی طرح واقف تھے، اس کی شہادت کعب احبار نے دی ہے، نیز ابوہریرہ فارسی زبان سے واقف تھے اور بعض روایات کے مطابق حبشی زبان بھی جانتے تھے، ان کے وطن نجران یمن میں اہل فارس آباد تھے جن کو ابناء کہتے ہیں، نیز حبشہ بھی یمن کے سامنے واقع ہے اور وہاں کے لوگ ملک عرب میں کثرت سے رہتے تھے، سلمان کی مادری زبان فارسی تھی، ایک روایت کے مطابق ایرانیوں نے ان سے سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھنے کی خواہش کی تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ "بنام یزداں بخشایندہ" لکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، ایرانیوں نے اس ترجمہ کو پڑھنا شروع کیا اور جب ان کی زبان نرم ہوگئی تو عربی میں پڑھنے لگے ہے[2]

مدینہ منورہ کی دینی و علمی مرکزیت | وارثین علم نبوت میں بہت سے حضرات عہد نبوی اور عہد خلافت میں جہاد و غزوات میں شہید ہوگئے، کتنے حضرات بلاد اسلامیہ میں امارت، قضا اور تعلیم کے لیے روانہ کیے گئے، کچھ اپنے اپنے قبائل اور علاقے میں چلے گئے

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۸ [2] مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۵۵ ۔

اور ایک بڑا طبقہ دینی علوم کی تدریس و تعلیم سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگیا، اس دور میں جو حضرات مدینہ منورہ میں رہ گئے وہ خلاصۃ الخلاصہ تھے اور شہر نبوت عالم اسلام کا دینی و علمی مرکز تھا، امام مالکؒ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں فلاں غزوات سے اتنے اتنے ہزار صحابہ کو لے کر واپس ہوئے، ان میں سے تقریباً دس ہزار مدینہ میں رہ کر یہیں فوت ہوئے، زید بن ثابت کا قول ہے کہ جب تم اہل مدینہ کو کسی مسئلہ پر متفق دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ سنت ہے، عبداللہ بن مسعود کو حضرت عمرؓ نے تعلیم کے لیے کوفہ بھیجا تھا، جب وہاں کوئی شخص مسئلہ معلوم کرتا تو جواب دیدیتے تھے، اور جب مدینہ آکر دیکھتے کہ یہاں کے علماء کا عمل اس کے خلاف ہے تو کوفہ واپس جاکر گھر جانے سے پہلے اس شخص کو بتا دیتے تھے کہ اس مسئلہ میں اہل مدینہ کا یہ عمل ہے، ایک شخص نے ابوبکر بن عمرو بن حزم سے کہا کہ فلاں مسئلہ میں مجھ کو خلجان ہے انھوں نے کہا کہ بھتیجے! جب تم اہل مدینہ کو کسی بات پر متفق دیکھو تو تمہارے دل میں اس کے بارے میں خلجان نہیں ہونا چاہیے، مجاہد، عمرو بن دینار اور دوسرے علمائے مکہ کہتے تھے کہ ہم علم میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، البتہ عطاء بن ابی رباح کو ہم پر اس لیے فضیلت ہے کہ وہ مدینہ سے علم حاصل کر کے آئے ہیں[1]

ابوالعالیہ ریاحی بصری کہتے ہیں کہ ہم لوگ بصرہ میں صحابہ سے حدیث سنتے تھے، اس کے بعد مدینہ جاکر وہاں کے صحابہ سے سن کر مطمئن ہوتے تھے، شعبی نے کوفہ میں ایک حدیث بیان کر کے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم لوگوں کو یہ حدیث مفت مل گئی، اس سے کم حدیث کے لیے آدمی سواری کر کے مدینہ جاتا تھا، ابوقلابہ کہتے

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۴۲ و ۴۳ ۔

ہیں کہ میں نے مدینہ میں کئی دن قیام کیا، حالانکہ اس کے علاوہ میری کوئی حاجت نہیں تھی کہ ایک شخص کے پاس ایک حدیث تھی میں اس کو سنوں، یحییٰ بن ابو کثیر نے مدینہ کا سفر کیا تاکہ صحابہ کی اولاد سے علم حاصل کریں[1]

عمر بن عبدالعزیز نے بلاد اسلامیہ میں احادیث و سنن کو مدون و مرتب کرنے کے لیے فرمان جاری کیا تو خاص طور سے قاضی مدینہ ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ وہاں کی احادیث خصوصاً عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی مرویات کو مدون کریں، الغرض مدینہ کے دینی و علمی مرکز سے پورا عالم اسلام وابستہ تھا اور اسی مینارۂ نور سے ہر طرف روشنی پھیلتی تھی۔

مدینہ کے چار فقہائے صحابہ اور انکی فقہ کے مراکز امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

والدين والفقه والعلم انتشر في الأمة عن أصحاب عبد الله ابن مسعود واصحاب زيد بن ثابت، واصحاب عبد الله ابن عمر، واصحاب عبد الله بن عباس، فعلم الناس عامته عن اصحاب هؤلاء الاربعة، فاما اهل المدينة فعلمهم عن اصحاب زيد بن ثابت وعبد الله بن عمر، واما اهل مكة فعلمهم عن اصحاب عبد الله بن عباس، واما اهل العراق فعلمهم عن اصحاب عبد الله بن مسعود[1]

دین، فقہ اور علم حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اصحاب و تلامذہ سے پھیلا ہے اور لوگوں کا عام علم ان ہی چاروں حضرات کے شاگردوں سے ہے، اہل مدینہ کا علم زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر کے شاگردوں سے، اہل مکہ کا علم حضرت عبداللہ بن عباس کے تلامذہ سے، اور اہل عراق کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب سے ہے۔

[1] الکفایہ ص ۴۰۲ جامع بیان العلم ج ۱ ص ۹۳، المحدث الفاصل ص ۲۲۳۔

اور امام بخاریؒ کے استاد امام علی مدینیؒ کا بیان ہے:

لم يكن من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من له اصحاب يذهبون مذهبه ويفتون فتواه ويسلكون طريقته الا ثلاثة: عبد الله ابن مسعود، وزيد بن ثابت وعبد الله ابن عباس[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کوئی عالم ایسا نہیں تھا جس کے تلامذہ و اصحاب اس کے فقہی مذہب پر عمل کرتے ہیں اس کے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور اس کے طریقہ پر چلتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان چار یا تین حضرات کا فقہی مسلک بنیادی طور پر امت میں رائج ہوا اور فقہ و فتویٰ میں ان کے اصول پر عمل کیا گیا، ان کے مقابلہ میں دوسرے صحابہ کے فقہی آراء و اقوال کم رائج ہوئے، ان تصریحات میں صحابہ کے تفقہ فی الدین کا ذکر ہے،

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۶ [2] کتاب علل الحدیث و معرفۃ الرجال ص ۴۳

تفسیر و تاویل، تحدیث و روایت اور دوسرے دینی امور میں ان کے رسوخ فی العلم سے بحث نہیں ہے۔

مسجد نبوی کی تعلیمی مرکزیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسجد نبوی مرکزی درسگاہ تھی، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں بھی مسجدوں میں تعلیمی مجالس اور حلقے قائم ہوتے تھے بلکہ اعیان و اشراف اور اہل علم کی عام نشست مسجدوں میں ہوتی تھی، ابو ادریس خولانی کہتے ہیں المساجد مجالس الکرام، حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک شخص نے جہاد میں شرکت کے بارے میں مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ کیا میں تم کو اس سے افضل عمل نہ بتاؤں؟ مسجد بناؤ اور اس میں فرائض، سنت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دو[1]، دور صحابہ میں مسجد نبوی میں تعلیمی حلقوں اور تدریسی مجلسوں کی کثرت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود کے ایک شاگرد مسجد نبوی میں گئے اور چاروں طرف نظر دوڑا کر کہا کہ

عہدی بھذا المسجد وانہ
کمثل الروضۃ اختر منھا
حیث شئت[2]

اس مسجد میں میرا دور گذر رہا ہے
جس میں وہ باغیچہ کے مانند تھی، تم اسکے
جس درخت کے سایہ میں چاہو بیٹھ
جاؤ۔

ابو الاحوص کہتے ہیں کہ ہم نے اہل علم کو دیکھا ہے کہ ان کی مجلسیں صرف مسجدوں میں منعقد ہوتی تھیں[3]، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے علماء کو حکم دیا تھا کہ علم کی نشر و اشاعت اپنی مسجدوں میں کریں، سنت مٹ رہی ہے۔

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۲۱ و ص ۳۲ [2] المحدث الفاصل ص ۱۸۰ [3] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۲۹، ۱۸۰

عہد فاروقی میں مسجد نبوی میں تعلیمی حلقوں کی کثرت

خلافت راشدہ میں قرآن کی حفاظت و اہمیت کے پیش نظر احادیث کی کثرت روایت سے روکا جاتا تھا، اس کے باوجود مسجد نبوی میں فقہ و فتوی اور روایت حدیث کے متعدد حلقے قائم تھے، جن میں دور دراز کے طلبہ شریک ہوتے تھے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کی کثرت کا اندازہ حضرت ابی بن کعب متوفی ۲۲ھ کے ایک صحابی شاگرد کے بیان سے ہوتا ہے، جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلیؓ بیان کرتے ہیں:

اتیت المدینۃ ابتغاء العلم
فدخلت مسجد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاذا
الناس فیہ حلق یتحدثون
فجعلت امضی الحلق حتی اتیت
حلقۃ فیھا رجل شاحب
علیہ ثوبان کانما قدم من
سفر۔

میں طلب علم میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی
میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ حلقہ در
حلقہ آپس میں حدیث بیان کر رہے
ہیں، میں ان حلقوں سے گذرتا ہوا
ایک حلقہ میں گیا جس میں ایک صاحب
(ابی بن کعبؓ) متفکر بیٹھے ہیں، انکے
جسم پر دو کپڑے ہیں گویا ابھی سفر سے
واپس آئے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب کے مزاج میں کچھ تندی و تیزی تھی، بعض اوقات طلبہ سے بے اعتنائی برتتے تھے، ایک مرتبہ انہی جندب بن عبداللہ بجلیؓ نے ان کی بے رخی پر کہا:

اللھم نشکوھم الیک، انا
ننفق انفاقنا، و ننصب
ابداننا، و نرحل مطایانا

اے اللہ! ہم تیری جناب میں ان
حضرات کا شکوہ کر رہے ہیں، ہم
طلب علم کے لیے اپنے اموال خرچ کرتے

ابتغاء العلم فاذا لقیناھم تجھموا لنا و قالوا لنا[1]

ہیں، اپنے جسموں کو تھکاتے ہیں، سواریوں پر آتے ہیں اور جب ان حضرات سے ملتے ہیں تو یہ ہمارے سامنے منہ بگاڑتے ہیں اور نا ملائم باتیں کرتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ کے دوسرے شاگرد عُتَیّ بن ضمرہ تمیمی بصریؒ کہتے ہیں:

قلت لابی بن کعب نأتیکم من البعد نرجو عندکم الخیران تعلمونا فاذا اتیناکم استخففتم امرنا کانا نھون علیکم[2]

میں نے ابی بن کعب سے کہا کہ ہم لوگ دور دراز مقامات سے آپ حضرات کے یہاں اس امید پر آتے ہیں کہ آپ لوگ ہم کو حدیث کی تعلیم دیں گے اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ہم کو حقیر سمجھتے ہیں، گویا آپ کے نزدیک ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

حضرت ابی بن کعب نے اپنے دونوں شاگردوں کا شکوہ سنکر ان کے ساتھ نہایت محبت و شفقت کا معاملہ کیا اور آنے والے جمعہ کے دن حدیث بیان کرنے کا وعدہ فرمایا مگر اس سے پہلے انتقال کر گئے۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی ہی میں مسجد نبوی میں تعلیم و تدریس کے متعدد حلقے قائم تھے اور مدینہ کے باہر کے طلبہ صحابہ کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے،

[1] ابن سعد ج ۳ ص ۵۰۰ و ص ۵۰۱ [2] ایضاً ص ۵۰۰۔

تعلیمی مجلسوں میں نوجوان طلبہ کی کثرت

صحابہ کی تعلیمی مجلسوں میں شریک ہونے والوں میں نوخیز اور نوجوان طلبہ کی کثرت ہوتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں پیشین گوئی فرما کر ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور دین کی تعلیم دینے کی تاکید فرمائی تھی ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا:

سیأتیکم شباب من اقطار الارض یطلبون الحدیث اذا جاؤکم فاستوصوا بھم خیرا

عنقریب تمہارے پاس اطراف زمین سے نوجوان علم کی طلب میں آئیں گے جب وہ آئیں تو تم لوگ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

اور عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں:

اخبرنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یشد الدین بھم[1]

ہم کو خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں پودے اگاتا رہے گا جن سے اس دین کو تقویت دے گا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ اہل قریش کے ایک حلقہ کے پاس گئے اور کہا کہ تم لوگوں نے ان لڑکوں کو کیوں نظر انداز کر رکھا ہے؟ ایسا نہ کرو، ان کے لیے مجلس میں وسعت پیدا کرو، ان کو حدیث سناؤ اور سمجھاؤ، یہ صغار قوم ہیں، عنقریب کبار قوم ہو جائیں گے، تم لوگ بھی صغار قوم تھے اور آج کبار قوم ہو گئے ہو[1] حضرت حسن بن علیؓ اپنے لڑکوں اور بھتیجوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو، اگر آج تم صغار قوم ہو تو کل کبار قوم

[1] شرف اصحاب الحدیث ص ۲۱ و ص ۶۵۔

بن جاؤ گے، تم میں سے جو یاد نہ کر سکے وہ لکھ لیا کرے[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ جب اپنی مجلس میں نوجوانوں کو آتے ہوئے دیکھتے تو نہایت والہانہ انداز میں ان کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو مرحبا ہو، آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ میرے بعد لوگ تمہارے پاس حدیث کی طلب میں آئیں گے، تم ان کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کرنا، ان کو حدیث کی تعلیم دینا، حسن سلوک سے پیش آنا، مجلس میں جگہ بنانا، اس کے بعد ان سے کہتے تھے کہ:

فانکم خلوفنا واھل الحدیث بعدنا[2]	تم لوگ ہمارے بعد ہمارے جانشین اور حدیث کے عالم ہوگے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جب نوجوانوں کو طلب علم میں دیکھتے تھے تو کہتے تھے،

مرحبا بینابیع الحکمۃ، و	مرحبا حکمت کے سرچشمے، ظلمتوں کے
مصابیح الظلم خلقان الثیاب	چراغ، پرانے کپڑے، نئے دل والے؛
جدد القلوب حبس البیوت	گھروں کی زینت اور خاندان وقبیلہ
ریحان کل قبیلۃ[3]	کے گل بوٹے۔

درسگاہِ صحابہ کے یہ نوجوان طلبہ آگے چل کر علوم نبوت کے وارث و معلم ہوئے اور ان کا شمار طبقۂ تابعین کے علمائے کبار میں ہوا۔

صحابہ کا اپنے شاگردوں سے محبت اور ان کے ساتھ حسن سلوک

وصیت نبوی کے مطابق حضرات صحابہ نے اپنے حلقہ نشینوں اور شاگردوں کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت اور ایثار و خلوص کا معاملہ کیا ان کی دلداری و دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی،

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۸۲ [2] شرف اصحاب الحدیث ص ۲۱ [3] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۵۲ و ص ۵۳

حضرت انسؓ کے شاگرد حمید کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھ ثابت بن اسلم بنانی بھی حضرت انسؓ کی مجلس میں جاتے تھے، راستہ میں جو مسجد آتی ثابت اس میں جاکر نماز پڑھتے، جب ہم لوگ حضرت انسؓ کے پاس پہنچ جاتے تو کہتے۔

این ثابت، ان ثابتا دویبۃ	ثابت کہاں رہ گیا، ثابت ایسا کیڑا
احبھا۔	ہے جس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔

خود ثابت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم کو دیکھ کر کہا کہ:

واللہ لانتم احب الی من	خدا کی قسم میں تم لوگوں کے برابر
عدتکم من ولد انس الا	انسؓ کی (اپنی) اولاد سے زیادہ
من علی مثل ما انتم علیہ[1]	تم لوگوں کو محبوب رکھتا ہوں،
	البتہ ان میں سے جو تم لوگوں کے
	مانند ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے محترم کون آدمی ہے؟ تو بتایا کہ میرا ہمنشین جو حاضرین مجلس کو پھاندتا ہوا میرے پاس آکر بیٹھ جاتا ہے، اگر میرے بس میں ہو تو اس کے چہرے پر مکھی بھی نہ بیٹھنے دوں، اس کے بدن پر مکھی بیٹھتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے[2] ان کا قول ہے کہ میرے ہمنشین کا میرے اوپر تین حق ہے، اسکو آتا ہوا دیکھوں تو انتظار کی نظر سے دیکھوں، جب بیٹھ جائے تو اسکے لیے گنجائش نکالوں اور جب بات کرے تو غور سے سنوں۔[3]

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۳۲ [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۲ [3] الکامل مبرد ج ۱ ص ۱۰۲۔

ابو العالیہ ریاحی نے غلامی کی حالت میں قرآن پڑھا اور لکھنا پڑھنا سیکھا، وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس مجھے اپنے تخت پر بٹھاتے تھے حالانکہ قریش کے اعیان و اشراف نیچے بیٹھتے تھے اور کہتے تھے کہ یوں ہی علم عزت و شرافت بڑھاتا ہے اور عالم کو بادشاہوں کی طرح تخت پر بٹھاتا ہے[1]۔

ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی بصری کہتے ہیں کہ ابن عباس اپنی مجلس میں مجھے تخت پر بٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ تم میرے یہاں رہو، میں تمہارے لیے اپنے مال سے ایک حصہ مقرر کر دیتا ہوں[2]۔

زر بن حبیش کا بیان ہے کہ میں حضرت صفوان بن عسال کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے پوچھا کہ کس کام سے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ طلب علم کے لیے حاضر ہوا ہوں، یہ سنکر انھوں نے خوشی کا اظہار کیا اور مجھے بشارت دیکر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طالب علم کے لیے ملائکہ اس خوشی میں اپنے پر بچھاتے ہیں کہ وہ علم طلب کر رہا ہے۔

مدینہ سے ایک طالب علم حضرت ابو درداءؓ کے پاس دمشق گیا انھوں نے اس سے پوچھا یہاں کس لیے آئے ہو، کوئی حاجت ہے یا تجارت مقصد ہے، یا یہ سفر طلب علم کی غرض سے کیا ہے؟ اس طالب علم نے کہا کہ میں صرف طلب علم کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں، اس پر حضرت ابو درداءؓ نے مسرت و بشارت کے انداز میں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بندہ طلب علم میں نکلتا ہے، فرشتے اس کے لیے پر بچھاتے ہیں، وہ جنت کا راستہ طے کرتا ہے اور عالم کے لیے آسمان اور زمین والے حتی کہ سمندر کی مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت زاہد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے، علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء درہم و دینار وراثت میں نہیں چھوڑتے ہیں بلکہ وہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں، جس شخص نے علم کی وراثت حاصل کی اس نے وافر حصہ حاصل کیا[3]۔

(باقی)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۸ [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۲ و ص ۱۱۷ [3] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۲ و ص ۳۴،

مقالات

عہد صحابہؓ کا نظامِ تعلیم و تعلم

از مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

(۲)

اثنائے درس میں خوش وقتی اور تفریحی باتیں

حضرات صحابہ اپنی مجلسوں میں نہایت انبساط و نشاط کے ساتھ تعلیم دیتے تھے، وہ نرے خشک نہیں تھے بلکہ خوش طبع، خوش خلق اور خوش وقت تھے، اپنے تلامذہ کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھے، موقع بہ موقع تفریحی اور خوش کن باتیں کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ دلوں کو سکون دو اور ان کے لیے حکمت کے لطائف و ظرائف تلاش کرو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ بدن کی طرح دل بھی ملول ہوتے ہیں، ان کے لیے حکمت کے لطائف و ظرائف تلاش کرو، حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو باطل اور غلط چیز سے بہلاتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ حق اور صحیح بات کے بارے میں قوت ملے، حضرت علیؓ کا یہ قول بھی ہے کہ جب دل پر جبر کیا جائے گا تو اندھا ہو جائے گا[1] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر پنجشنبہ کو وعظ بیان کرتے تھے ان کا وعظ بڑا موثر ہوتا تھا، لوگوں نے اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے ان سے کہا کہ کیا اچھا ہو کہ آپ ہم کو روزانہ وعظ سنایا کریں، حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ مجھکو تم لوگوں کے جمع ہونے کی خبر ملتی ہے مگر میں تمہاری گھبراہٹ اور اکتاہٹ کو پسند نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] الفقیہ والمتفقہ، و جامع بیان العلم وغیرہ۔

علیہ وسلم اسی خیال سے ہم لوگوں کو ناغہ ناغہ سے وعظ سنایا کرتے تھے۔[1]

ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ کے تلامذہ نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ عادات و اخلاق بیان کیجیے، حضرت زیدؓ نے بتایا کہ جب ہم دنیا کی باتیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرتے اور جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپؐ بھی ہمارے ساتھ آخرت کی باتیں کرتے اور جب ہم کھانے کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے کی باتیں کرتے، میں یہ تمام باتیں تم لوگوں سے بیان کروں گا، حضرت جابر بن سمرہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طویل الصمت، قلیل الضحک تھے (زیادہ خاموش رہتے تھے اور کم ہنستے تھے) بسا اوقات صحابہ آپؐ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے اور اپنی باتیں کرکے ہنستے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما دیتے تھے۔[2] ابو خالد والبیؒ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے، وہ حضرات آپس میں اشعار سنتے سناتے تھے اور زمانۂ جاہلیت کی جنگوں کا تذکرہ کرتے تھے۔[3] ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہ منقبض تھے، نہ ان پر مردنی چھائی رہتی تھی، بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں اشعار سنتے سناتے تھے اور دورِ جاہلیت کے واقعات بیان کرتے تھے اور جب ان میں سے کسی کو اللہ کے حکم کی دعوت دی جاتی تھی تو آنکھوں میں گردش ہونے لگتی تھی جیسے وہ دیوانہ ہے[4] حضرت ابو ہریرہؓ بڑے خوش مزاج

---

[1] بخاری ج ۱ [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۰ و ص ۱۱۱ [3] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۰۵

[4] الادب المفرد، باب الکبر۔

اور ظریف الطبع انسان تھے ان کی مجلس میں اس قسم کی باتیں زیادہ ہوتی تھیں، ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابن عباسؓ کی مجلس میں گئے تو انھوں نے کہا کہ تم لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو، آج میری طبیعت میں نشاط و انشراح ہے، سورۂ بقرہ اور سورۂ یوسف کے بارے میں سوال کرو۔[1] ابن جبیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ تم مجھ سے ایک آیت کی تفسیر کیوں پوچھتے ہو جس میں ایک سَو آیت ہے وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا، ہر خیر فتنہ ہے، ہر شر فتنہ ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق حضرات صحابہ اپنی مجلسوں اور حلقوں میں بعض اوقات تفریحی باتیں بیان کرتے تھے اور طالب علموں میں نشاط باقی رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً خوش کن واقعات و اشعار سناتے تھے۔

طلبہ کو تحصیل علم کی تاکید اسی کے ساتھ حضرات صحابہ طلبہ کی ہمت افزائی اور تشجیع بھی کرتے تھے، تحصیل علم کی ترغیب دیتے تھے، امتحان لیتے تھے اور اپنے سامنے ان سے فتویٰ دلاتے تھے، تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے کا طریقہ سکھاتے تھے، حضرت ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ اے لوگو! علم حاصل کرو، تم نہیں جانتے ہو کہ کب تمھاری ضرورت پڑ جائے گی، یا تمہارے پاس جو علم ہوگا اس کی احتیاج ہوگی، اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ علم کے سرچشمے، ہدایت کے چراغ، گھروں کی زینت، راتوں کے چراغ، نئے دل، پرانے کپڑے والے بنو، زمین والوں سے پوشیدہ رہ کر آسمان والوں میں پہچانے جاؤ گے، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو ذرؓ ..... کہتے ہیں کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہمارے نزدیک ہزار رکعت نفل نماز سے افضل ہے اور علم کا ایک

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۱۵۔

باب جس کو آدمی دوسرے کو سکھائے اس پر عمل کرے یا نہ کرے ہمارے نزدیک سو رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔[1]

باہمی مذاکرہ کی تاکید حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ آپس میں مل کر بیٹھو اور حدیث کا مذاکرہ کرو، اگر ایسا نہیں کروگے تو حدیث جاتی رہے گی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کا مذاکرہ کرو، اس کی حیات مذاکرہ سے ہے، نیز کہتے ہیں کہ تم لوگ ان حدیثوں کا مذاکرہ کرو تاکہ وہ بے قابو نہ ہو جائیں، حدیث قرآن کی طرح نہیں ہے، قرآن محفوظ و مجموع ہو چکا ہے، اگر حدیث کا مذاکرہ نہیں کروگے تو تمہارے قابو سے باہر ہو جائے گی، تم یہ نہ کہو کہ میں کل تو یہ حدیث بیان کر چکا ہوں، آج نہیں بیان کروں گا بلکہ گذرے ہوئے دن بھی بیان کرو، آج بھی بیان کرو اور کل بھی بیان کرو، جب تم کوئی حدیث ہم سے سنو تو آپس میں اس کا مذاکرہ کیا کرو، ایک ساعت علم کا مذاکرہ ایک رات کی عبادت سے بہتر ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ تم لوگ آپس میں حدیث کا مذاکرہ کیا کرو، اس لیے کہ مذاکرہ سے بعض حدیث بعض حدیث کو یاد دلا دیتی ہے۔[2]

ایک رات ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے، حضرت عمرؓ نے ناوقت آنے کا سبب معلوم کیا تو ابوموسیٰ نے کہا کہ ہم فقہ کا مذاکرہ کریں گے، اس کے بعد دونوں حضرات رات گئے تک مذاکرہ کرتے رہے، ابوموسیٰ نے کہا کہ نماز کا وقت ہو رہا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم لوگ ابتک نماز ہی میں مصروف تھے (یعنی نماز کا

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص۲۵ و ص۸۰ و ص۱۲۶ [2] شرف اصحاب الحدیث ص۹۴ و ۹۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۳۹۔

ثواب ہم کو ملتا رہا) پھر مذاکرہ کرتے رہے یہانتک کہ نماز فجر کا وقت آگیا۔[1]

حفظ حدیث اور کتابت حدیث کی تاکید حضرات صحابہ میں بعض حفظ حدیث کو ترجیح دیتے تھے اور بعض کتابت حدیث پر زور دیتے تھے اور اپنے اپنے طالب علموں کو اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرنے کی تاکید کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ کتابت حدیث کے حق میں نہیں تھے مگر بعد میں اس کی اجازت دیدی، کہتے تھے کہ ہم علم کو نہ لکھتے ہیں، نہ لکھاتے ہیں، مگر ان کے شاگرد ہارون بن عنترہ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے ان کو لکھنے کی اجازت دی تھی، ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری سے کہا کہ ہم آپ سے جو کچھ سنتے ہیں کیا ان کو لکھ لیا کریں؟ انھوں نے کہا کہ کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ مجھ سے سنی ہوئی باتوں کو مصحف بناؤ؟ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے حدیث بیان فرماتے تھے اور ہم یاد کر لیتے تھے، جس طرح ہم لوگ یاد کرتے تھے تم لوگ بھی یاد کرو۔[2]

تدریس و افتاء کی تعلیم و تربیت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کس طرح حدیث بیان کرتے ہو، یہ سن کر میں گھبرایا تو کہا کہ کیا تم پر اللہ کا یہ احسان نہیں ہے کہ تم میرے سامنے حدیث بیان کرو، اگر صحیح طور سے بیان کرتے ہو تو سبحان اللہ اور اگر غلطی کرتے ہو تو میں تصحیح کر دوں۔[3] حجاج بن عمرو بن عزیہ کہتے ہیں کہ میں زید بن ثابتؓ کی مجلس میں تھا، ایک شخص نے ان سے فتویٰ پوچھا تو مجھ سے کہا کہ تم فتویٰ دیدو، میں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس تحصیل علم کے لیے آتے ہیں پھر بھی زید بن ثابتؓ نے اس کا حکم دیا اور میں نے فتویٰ دیکر کہا کہ میں نے زید بن

---

[1] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص۱۲۸ [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۴ و ص ۶۳ [3] طبقات ابن سعد۔

ثابتؓ سے ایسا ہی سنا ہے، اس پر انھوں نے کہا کہ زید نے صحیح کہا[1] حضرت ابن عباسؓ اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ لوگوں کو ہر جمعہ (ہفتہ) میں ایک مرتبہ حدیث کی تعلیم دو، اگر اس سے انکار ہے تو دو مرتبہ اور اگر بہت زیادہ چاہتے ہو تو تین مرتبہ تعلیم دو اور لوگوں کو قرآن سے غافل نہ کرو، لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہوں تو تم جا کر ان کی بات مت کاٹو، بلکہ خاموش رہو اور وہ خواہش ظاہر کریں تو حدیث بیان کرو'

حضرت ابن مسعودؓ اپنے تلامذہ سے کہتے تھے کہ جب تک لوگ پوری توجہ سے تمہاری طرف دیکھتے رہیں تم حدیث بیان کرو اور جب وہ نظر نیچی کرلیں تو رک جاؤ، نیز کہتے تھے کہ اپنی نیکی کو ایسے شخص کے سامنے نہ پھیلاؤ جو اس کی خواہش نہ کرے (تدریب الراوی ص۳۴۳ و المحدث الفاصل ص۵۹)

مختلف علوم میں ممتاز صحابہ یوں تمام ہی صحابہ آسمان نبوت کے ستارے اور علوم نبوت کے حامل تھے، مگر کچھ حضرات ان میں نمایاں تھے اور عام دینی علوم تفسیر و تاویل، حدیث، فقہ و فتویٰ کے ساتھ بعض علوم میں ممتاز تھے، حضرت صہیب بن سنان رومی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و اسفار بیان کرتے تھے اور حدیث نہیں بیان کرتے تھے، کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں بیان کروں گا، اگر تم لوگ چاہو تو آپؐ کے غزوات و اسفار کو بیان کردوں[2]۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صہیبؓ کہا کرتے تھے آؤ میں تم لوگوں سے اپنے غزوات بیان کروں، مگر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہوں گا[3]

[1] جامع بیان العلم ج ا ص۱۲۱ و ص۱۱۵ [2] کتاب الثقات، ابن حبان ج ۴ ص۳۱ [3] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۲۹۔

حضرت ابن عباس اپنی مجلس میں ایک دن صرف فقہ، ایک دن صرف تفسیر، ایک دن صرف مغازی، ایک دن صرف اشعار اور ایک دن صرف عرب کی لڑائیوں کو بیان کرتے تھے[1]

حضرت عقیل بن ابو طالب قریش کے انساب و حروب اور ان کے محاسن و مثالب بیان کرتے تھے[2] حضرت سعد بن وقاص وعظ و تذکیر اور تحدیث و تفقہ کے انداز کے بجائے اپنی مجلس میں عام لوگوں کی طرح گفتگو کرتے تھے اور درمیان میں احادیث و جہاد کے واقعات اور اخلاق سے متعلق باتیں بیان کرتے تھے[3] حضرت ابن عباسؓ تفسیر و تاویل میں، حضرت ابی بن کعب قراءت قرآن میں، حضرت معاذ بن جبل حلال، حرام کے علم میں، حضرت زید بن ثابتؓ فرائض میں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تفقہ میں، اور کئی صحابہ مختلف علوم میں ممتاز تھے اور یہ سب حضرات حدیث اور فقہ و فتویٰ کے ساتھ اپنے مخصوص علم کا درس بھی دیتے تھے۔

مجلسوں اور حلقوں کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد ستون ابو لبابہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور صحابہ اس طرح حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے کہ سب کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف ہوتا تھا، صحابہ کرام کی مجلس اور حلقہ کا یہی طریقہ تھا اور وہ بھی مسجد نبویؐ کے ستون کے پاس بیٹھتے تھے، حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع کے وقت پتھر کے ستون لگوائے تھے اور مسجد بھی وسیع و عریض اور پختہ تعمیر کرائی تھی، تقریباً ہر ستون کے پاس حلقۂ درس ہوتا تھا، حضرت ابن مسعودؓ کے ایک شاگرد نے اس دور میں مسجد نبویؐ میں مجلسوں

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص۳۶۵ [2] اصابہ ج ۴ ص۲۵۵ [3] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ا ص۱۲۴۔

اور حلقوں کی کثرت کا ذکر بڑے بلیغ و فصیح انداز میں یوں کیا ہے :

عهدي بهذا المسجد، — اس مسجد میں میرا وہ دور گذرا ہے
وانه لمثل الروضة اختر — جب کہ یہ باغیچہ کے مانند تھی تم اسکے
منها حيث شئت[1] — جس درخت کے سایہ میں چاہو بیٹھ جاؤ۔

شیوخ و اساتذہ تخت پر بیٹھتے تھے، اصحاب و تلامذہ اسی کے قریب نیچے بیٹھتے تھے، مجلس و حلقہ میں اعیان و اشراف، عوام و خواص، مقامی، بیرونی اور عربی و عجمی سب طلبہ برابر برابر بیٹھتے تھے، اساتذہ بعض طلبہ کو ان کے مقام و مرتبہ یا قرأت کی وجہ سے اپنے تخت پر، یا اپنے قریب بیٹھاتے تھے، طلبہ کی کثرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی مجلس میں ابو جمرہ خاص طور سے مجمع میں آواز پہونچانے اور عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے کے لیے رکھے گئے تھے، اساتذہ کے احترام و ادب کا لحاظ کرتے ہوئے طلبہ سوال کرتے تھے اور کافی و شافی جواب پاتے تھے، بعض اساتذہ نشاط میں ہوتے تو طلبہ سے خود سوال کرنے کی فرمایش کرتے تھے، حضرت علیؓ اور ابن عباس سے ایسے واقعات منقول ہیں، حضرت ابو سعید خدری نے ایک مرتبہ مجلس میں اپنے نوجوان تلامذہ کے سوالات کے جوابات دینے کے بعد اس قدر زیادہ حدیث بیان کی کہ وہ سب گھبرا گئے،[2] کبھی کبھی اہل مجلس میں نشاط پیدا کرنے کے لیے مجلس کا رنگ بدل جاتا تھا، شعر و شاعری ہونے لگتی تھی، زمانۂ جاہلیت کی جنگوں کے تذکرے ہونے لگتے تھے، ذاتی باتیں بھی ہوتی

[1] المحدث الفاصل ص۱۸۰ [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص۱۱۶ ۔

تھیں مگر مجلس کا وقار ہر حال میں باقی رہتا تھا، اثنائے درس میں اساتذہ و تلامذہ کثرت سے استغفار اور دعا کرتے رہتے تھے اور مجلس کے خاتمہ پر صحابہ اپنے اور اہل مجلس کے لیے دعا کرکے اٹھتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایسے موقع پر یہ دعا پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو پڑھتے تھے۔

اللهم اقسم لنا من خشيتك — اے اللہ! ہم کو اپنی خشیت دے
ما تحول بيننا وبين معصيتك — جو ہمارے اور تیری معصیت کے
ومن طاعتك ما تبلغنا به — درمیان حائل ہو جائے اور اپنی
الى حبك، ومن اليقين — اطاعت دے جو ہم کو تیری محبت
ما تهون علينا مصائب — عطا کرے اور یقین دے جس سے
الدنيا به، اللهم متعنا — ہم پر دنیا کے مصائب آسان ہو جائیں
باسماعنا وابصارنا — اے اللہ! جب تک تو ہم کو زندہ رکھے
وقوتنا ما احييتنا واجعله — ہمارے کان، ہماری آنکھ، ہماری قوت
الوارث منا، واجعل ثارنا — سے ہم کو نفع پہونچا اور ہماری طرف
على من ظلمنا وانصرنا — سے اس تمتع کو وارث بنا اور ہمارے
على من عادانا، ولا تجعل — خوں بہا کو ہمارے ظالموں پر ڈال
مصيبتنا في ديننا ولا تجعل — دے اور ہمارے دشمنوں کے مقابلہ
الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ — میں ہماری مدد فرما! اور ہم کو دینی
علمنا، ولا تسلط علينا من — مصائب میں مبتلا نہ فرما اور دنیا
لا يرحمنا[1] — کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور

[1] عمل الیوم واللیلۃ، لابن السنی ص۱۲۰ ۔

ہمارے علم کا منتہیٰ نہ بنا اور ہم پر
ایسے فرد یا قوم کو مسلط نہ کر جو ہم پر
رحم نہ کرے۔

مجلس اور حلقہ کے اوقات اور دن ان تعلیمی مجالس کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا انعقاد روزانہ ہوتا تھا، یا ہفتہ میں چند دن، اسی طرح ان کے اوقات کا علم بھی نہیں ہے، عام طور سے یہ مجلسیں صبح کو فجر کے بعد قائم ہوتی تھیں اور دن میں دوسرے اوقات میں بھی تدریس و تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا، حضرت ابن عباس کا معمول تھا کہ ایک دن فقہ، ایک دن تفسیر، ایک دن مغازی، ایک دن اشعار اور ایک دن ایامِ عرب کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیمی مجلسوں اور حلقوں کا انعقاد وقفہ وقفہ سے ہوتا تھا، البتہ کچھ حضرات روزانہ درس دیتے تھے اور اہلِ علم اس میں معمول کے مطابق بیٹھتے تھے، عہدِ صحابہ کے بہت بعد تک تحدیث و روایت کی مجلسیں اور حلقے قائم ہوتے تھے، جن میں محدثین املاء کراتے تھے ان کے اوقات اور دن کے بارے میں بھی صحیح معلومات نہیں ہیں، امام سیوطی لکھتے ہیں:

لم اظفر لاحد بتعیین	کسی شیخ کے املاء کرانے کے وقت
یوم الاملاء ولاوقتہ[1]	اور دن کی تعیین مجھے نہیں ملی۔

غالباً دورِ اسلاف میں یہ مجلسیں آسانی اور حالات کے پیشِ نظر مختلف اوقات و ایام میں منعقد ہوتی تھیں

[1] تدریب الراوی صفحہ ۳۴۲۔

جمعہ کی تعطیل عہدِ رسالت میں نمازِ جمعہ سے پہلے مسجدِ نبویؐ میں تعلیمی حلقے نہیں ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی تھی، سنن ابو داؤد میں باب التحلق یوم الجمعۃ قبل الصلوٰۃ میں روایت ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں
علیہ وسلم نھی عن الشراء	خرید و فروخت، گمشدہ چیز کی تلاش
والبیع فی المسجد وان تنشد	اور شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور
فیہ ضالۃ وان ینشد فیہ	جمعہ کی نماز سے پہلے حلقہ قائم کرنے سے بھی
شعر، ونھی عن التحلق	منع فرمایا ہے۔
قبل الصلوٰۃ یوم الجمعۃ[1]	

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جمعہ کے دن صبح ہی سے قریات و عوالیٔ مدینہ سے مسلمان مسجدِ نبویؐ میں آتے تھے اور ذکر و اذکار اور نوافل میں مشغول رہتے تھے یا دینی معلومات حاصل کرتے تھے اس لیے نماز سے پہلے تعلیمی حلقے نہیں ہوتے تھے، صحابۂ کرام نے اپنے دور میں اسی پر عمل کیا، البتہ نماز سے پہلے وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ منبر کے پاس کھڑے ہو کر وعظ بیان کرتے تھے بعد میں جب مدارس کا باقاعدہ قیام ہوا تو جمعہ کی تعطیل کا رواج اسی سنت کے مطابق عام ہوا۔

مقامی اور بیرونی طلبہ مدینہ منورہ کی تعلیمی مجالس و حلقات میں مقامی اور بیرونی دونوں قسم کے طلبہ شریک ہوتے تھے، مقامی لوگ مستقل طور سے حاضر باش رہ کر فقہ و فتویٰ

[1] سنن ابو داؤد ج ۱ صفحہ ۱۶۱۔

اور حدیث میں شیخ مجلس کے متبع اور ان کے علم کے ناشر و ترجمان ہوتے تھے اور ان کا شمار خصوصی تلامذہ و اصحاب میں ہوتا تھا مثلاً حضرت زید بن ثابتؓ کے اصحاب سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذویب، خارجہ بن زید بن ثابت، سلیمان بن یسارؒ، ابان بن عثمان بن عفان، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد بن ابوبکرؒ، سالم بن عبداللہ بن عمر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، نافع بن جبیر بن مطعم، علمائے تابعینؒ کے ذریعہ حضرت زیدؓ بن ثابت کا فقہی مسلک مدینہ میں عام ہوا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد عطار بن ابی رباح، مجاہد بن جبیرؒ، طاؤس بن کیسان، جابر بن زید، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، سعید بن جبیر نے مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کے مسلک کی اشاعت کی، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامیذ علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، مسروق بن اجدع، عبیدہ سلمانی، حارث بن قیس، عمر بن شرجیل نے کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسلک کو رائج کیا، اسی طرح دوسرے صحابہ کے حلقہ نشینوں نے ان کے فقہ و فتویٰ اور احادیث و مرویات کو اپنے اپنے حلقہ میں عام کیا، اور غیر مقامی حضرات چند دن یا چند ہفتہ یا اس سے کم و بیش مدت تک مجلس میں شریک ہوکر اپنے اساتذہ و شیوخ کی احادیث اور اقوال و آرا سنکر واپس چلے جاتے تھے اور اپنے اپنے شہروں میں عام کرتے تھے، اس دور میں جس شہر یا ملک میں کسی صحابی کا پتہ چلتا اہل علم سفر کرکے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی احادیث حاصل کرکے واپس ہوجاتے تھے، حد یہ ہے کہ ایک ایک حدیث کے لیے سفر کیا جاتا تھا، حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک حدیث کے لیے ملک شام کا سفر کیا تھا، حضرت ابودرداؓ کے پاس دمشق میں ایک آدمی مدینہ سے صرف ایک

حدیث کے لیے حاضر ہوا تھا، امام زہری کہتے ہیں کہ ایک حدیث کے لیے آدمی مدینہ کا سفر کرتا تھا، ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں تین دن مدینہ میں مقیم رہا تاکہ ایک شخص سے ایک حدیث سنوں، مختلف مقامات کے تابعین سند عالی اور روایت کی اجازت کے لیے مدینہ آتے تھے، ابوالعالیہ ریاحی کہتے ہیں ہم لوگ بصرہ میں صحابہ سے حدیث سنتے تھے اور مدینہ جاکر وہاں کے صحابہ سے اس کو سنتے اور مطمئن ہوتے تھے، ابن جبیر کا بیان ہے میں نے چند حدیثیں کوفہ میں ایک صحیفہ میں جمع کی تھیں، بعض احادیث کے بارے میں ہم لوگوں میں اختلاف ہوگیا تو میں نے عبداللہ بن عمر کے پاس آکر ان کو پڑھا اور ان کے بارے میں سوالات کیے، عکرمہ مولی ابن عباس کا بیان ہے کہ طائف کے کچھ اہل علم حضرت ابن عباس کی لکھی ہوئی حدیثیں لے کر آئے اور ابن عباس نے ان کو ان لوگوں کے سامنے پڑھا، یعنی ان کی تصدیق کی، بشیر بن نہیک کا بیان ہے کہ میں ابوہریرہؓ سے حدیث سنکر لکھ لیتا تھا جب واپس جانے لگا تو وہ کتاب ان کو پڑھ کر سنائی اور کہا کہ کیا میں نے ان کو آپ سے نہیں سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں تم نے مجھ سے سنا ہے، ان چند مثالوں سے معلوم ہوجاتا ہے کہ مدینہ کی تعلیمی مجالس میں بیرونی طلبہ کی حاضری وقتی طور پر ہوتی تھی اور وہ چند دنوں قیام کرکے حدیث کی روایت کرتے، اجازت لیتے، تصدیق کراتے اور سند عالی لے کر واپس چلے جاتے تھے،

طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام

عہد رسالت میں مقامی اور بیرونی دونوں قسم کے طلبہ کے قیام و طعام کا باقاعدہ انتظام تھا، مقامی طلبہ یعنی فقرا و مساکین اور اصحاب صفہ مسجد نبویؐ میں قیام کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باحیثیت صحابہ ان کو اپنے گھروں میں لے جاکر کھلاتے تھے، مسجد نبویؐ میں صحابہ ان کے لیے کھجور اور پانی رکھتے تھے، بیرونی طلبہ

یعنی افراد اور وفود "دار رملۃ بنت حارث" میں ٹھہرائے جاتے تھے جو دار الضیافہ کے نام سے مشہور تھا اور اس میں چھ سات سو آدمیوں کے قیام کی گنجایش تھی ان کے طعام کا انتظام حضرت بلالؓ کے ذمہ تھا مگر عہد صحابہ میں مقامی اور غیر مقامی طلبہ کے قیام و طعام کے بارے میں تصریح نہیں ملتی ہے، اس زمانہ میں حالات بدل چکے تھے، تنگی کی جگہ کشادگی اور بدحالی کی جگہ خوشحالی آگئی تھی، مقامی طلبہ کو دوسری جگہ قیام و طعام کی ضرورت نہیں تھی اور بیرونی طلبہ چند دنوں تک ضیافت میں رہتے تھے، یا اپنے متعلقین کے یہاں قیام کر لیتے تھے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد حدیث اور علم کی طلب میں اطراف و اکناف سے نوخیز و نوجوان آئیں گے تم ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ہر طرح سے ان کی خبر گیری کرنا، اس وصیت و نصیحت کے مطابق حضرات صحابہ اور اہل مدینہ ان بیرونی طلبہ کا بڑھ کر استقبال کرتے تھے اور ان مہمانانِ رسولؐ کی میزبانی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔